

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

میانہ قد و قامت، گلاب چہرہ..... سفید شلوار قمیض میں ملبوس، حسن فطرت کا پیکر، حکمت و تدبر اس کا اوڑھنا بچھونا..... بڑوں میں بڑا عالم..... نہایت ممتاز و منفرد..... چھوٹوں میں چھوٹا، ملائم و معصوم..... بہت ہی سچی بات ہے۔ وہ خلوتوں میں حقیقتوں کو تلاشتا تو جلوتوں میں فلاح امت تراشتا، صحن چمن میں نور کا ہالہ اور عرفان و آگہی کا ہمالہ..... حُبِ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر یعنی موجہ عشق رسالت کا نچھیر..... وہ بزمِ اہل دل کی شمع حبیب اور متلاشیانِ حق کے لیے کامل طیب..... اس مجموعہ صفات کا نام نامی حافظ سید عطاء رحمۃ اللہ علیہ ہے (وہ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کے نام سے معروف تھے)..... برصغیر پاک و ہند کے جید عالم دین، شعلہ نوا خطیب اور جدوجہد آزادی کے جری رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند اکبر اور جانشین..... خیر العلماء مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور مدرسہ خیر المدارس سے زیور علم و حکم سے سرفراز ہونے والی ہمہ جہت شخصیت دیکھ کر زبان سے بے ساختہ نکلے:

”ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی“

وہ صرف متبحر عالم دین ہی نہ تھے بلکہ دنیا بھر کی سائنسی معلومات، ثقافتی اصطلاحات، تاریخی حالات و واقعات، جغرافیائی کیفیات و تفصیلات اور عمرانی تشریحات و تصریحات پر ان کی گہری نظر تھی..... قدرت نے بلا کا حافظہ و دیعت کر رکھا تھا..... کسی موضوع گفتگو پر حوالہ جات بڑی برجستگی سے پیش کرتے یہاں تک کہ کتاب، رسالہ یا اخبار کی تاریخ اشاعت، صفحہ اور سطر تک بتا دیتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی تنفس نہیں۔ ثروت پھرت کتب خانہ ہے۔ اسلامی تاریخ کے گہرے پانیوں کی غواصی ان کا محبوب مشغلہ تھا تو تحقیق و جستجو کے نام پر تلبیسات کا انبار لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کا تعاقب ان کا نصب العین..... جو شخص ملک سے کبھی باہر نہ گیا ہو اور وہ آپ کو گھر بیٹھے نو صدیاں پہلے اور آج کے ہسپانیہ کی سیر کرادے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہر دور میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں مشہور عمارات اور نامشہور مقامات میں منت نئے حک و اضافہ سے آگاہ کر دے..... جن کی ہر نوعی معلومات کا دریائے مَواجِ ناپیدا کنار ہوا سے کس نام سے یاد کیا جاسکتا ہے..... ظاہر ہے سید ابوذر بخاریؒ ہی کہیں گے کہ ان سا کوئی اور دیکھنے کو نہیں ملا..... تقریر کرے تو فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دے۔ مجھے صحیح یاد نہیں۔ لاہور کا موچی دروازہ تھا یا ملتان کا قاسم باغ..... سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا جلسہ تھا..... ہر مکتب فکر کے علماء اور ہر طبقہ و مشرب کے زعماء موجود تھے..... سید ابوذر بخاریؒ تقریر کر رہے تھے۔

”عزیزانِ چمن! کامیاب وہ ہے جس نے اپنا مشن نہیں چھوڑا، جو حق کے لیے جان دے دے مگر

غداروں، جفاکاروں سے روشناسی کے لیے قوم کو بروقت بیدار کر دے، جو نو نہالانِ وطن کو حقیقت کی راہ

بجھائے اور قومی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ دے۔ جو تاجدارِ ختم

نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت، آخری بین الاقوامی اور بین الاقوامی قانون کے

ساتھ مرتے دم تک غیر مشروط وابستگی رکھے۔

وہ کامیاب نہیں جو قوم کا خون بہادے، عزتیں لٹوادے، اموال تباہ کر دے، جو اسلام کا نام لے کر جمہوریت، اشتراکیت، مارکس ازم اور فاشزم، یہودیت و سہائیت اور مرزائیت کے لیے چور دروازے کھولے اور اسلامی آئین میں تحریف و منافقت کی نقب لگائے۔ ایسا شخص کائنات کا، مسلمانوں کا، اسلام کا اور اس ملک کا بدترین دشمن ہے۔“

ان جملوں پر بعض لوگ تلملارہے تھے۔ ظاہراً کئی بڑی اور باطناً بہت چھوٹی جبینیں شکن آلود ہو رہی تھیں اور لبرل ازم کے دلدادگان پریشان حال تھے۔ مگر شاہ جی قدیم و جدید تقاضوں کے باوصف اسلام کی ابدی اور انٹیم سچائیوں کے ساتھ اپنی بے پناہ لگن کا برملا اظہار کر رہے تھے۔ لوگ انگشت بدنداں تھے کہ مولانا بھی ایسی گفتگو کر سکتے ہیں۔ انہیں کیا خبر..... یہ کوئی پروفیشنل مولوی یا پیر تو تھے نہیں کہ مالکونس اور بھیرویں میں الاپتے اور مسخوڑکن کیفیت پیدا کرتے..... وہ تو فرزندِ بطل حریت تھے جن کے اخلاص کی برکت اور رب العزت کی بے پایاں رحمت و عنایات کا اعجاز تھا کہ لوگ ورطہ حیرت میں گم سم بیٹھے تھے۔ یہ سید السادات بول رہے تھے اور سامعین ہمہ تن گوش۔

آئیے ان کی شاعری کا رخ کرتے ہیں۔ آج لوگ اپنے ناپسندیدہ افراد یا حکومتوں کے خلاف لکھتے اور شعر کہتے ہیں تو اسے مزاحمتی ادب کا نام دے دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سراسر غلط ہے۔ مزاحمتی ادب تو وہ ہے جس کے ذریعے کسی قوم، معاشرے، حکومت، شخصیت یا سیاسی جماعت کے غلط افکار و نظریات کا بطلان کیا جائے، عوام الناس کو ان سے بچنے کی راہ دکھائی جائے، یا کسی ملمع ساز کے منافقانہ روپ کا سرعام پوسٹ مارٹم کیا جائے تاکہ لوگ سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح کی پہچان کر سکیں۔ سید صاحب نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی مگر مزاحمت کا انداز قابلِ غور ہے:

میں اگر زبغِ تفکر کا گلہ کرتا ہوں تم دلیلوں کے غبارے میں مجھے لا دیتے ہو
میرے معتب سے ماحول کو مذہب کے عوض کتنی تلپیس سے پیمانِ وفا دیتے ہو
میں اگر حکمت و الہام کا دیتا ہوں سبق تم اسے جہل کے پردوں میں چھپا دیتے ہو
الغرض دیں ہو، سیاست ہو، معیشت یا معاد ساری دولت کو شکم پر ہی لٹا دیتے ہو
میں تو پھر ایک مؤثر پہ ہی رکھتا ہوں یقیں تم فقط مادہ کو معبود بنا دیتے ہو
تم مساوات و اخوت کا امیں بن کر بھی بغض و تفریق کا اک جال بچھا دیتے ہو
بات طویل ہو جائے گی۔ سید ابو ذری بخاری رحمہ اللہ اپنے علم و عمل، فکر و دانش، تقویٰ و تدبیر اور اپنی صلاحیتوں کے باوصف اپنے ہم عصروں میں سب سے منفرد اور ممتاز تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو وہ ہم سے جدا ہو کر عقبی کے سفر کو روانہ ہوئے۔ آج بارہ برس ہونے کو ہیں۔ دل سے ہو کہ سی اٹھتی ہے۔

کاش مرے جیون کے بدلے لوٹ سکیں وہ لوگ